شہری

SHEHRI

برائے بہتر ماحول

جنوری تا مارچ 2003ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ ... مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات میں

- کراچی میں اراضی کا استعمال
- چترالی باشندوں کی زندگی
- گلاس ٹاورز
- اسپتال کے فضلے کا انتظام

کراچی کو آلودگی سے پاک اور سرسبز بنانے کے لئے شہری کی پیش قدمی

شہری سی بی ای نے عوامی مفاد کی حفاظت کے اپنے عزم کی تکمیل میں شہر کے ایک عوامی ورثہ کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک اور مہم کا آغاز کیا ہے، ہمیں امید ہے کہ شہر کے باشندے بدعنوان سرکاری اہلکاروں اور لینڈمافیا سے اپنے مفادات کو لاحق خطرات سے محفوظ کرنے کی ان کوششوں میں شرکت کریں گے۔

کراچی شہر میں تفریحی ڈھانچہ بہت محدود ہے اور تھوڑی بہت جو تفریحی سہولیات موجود ہیں انہیں شہری لینڈ مافیا سے خطرہ ہے۔

گٹر باغیچہ (428 ایکڑ) ایسے پارکوں میں سے ہے جہاں گزشتہ کئی سالوں سے تواتر کے ساتھ ناجائز تجاوزات قائم کی جارہی ہیں۔ شہریوں کے گروپ بشمول شہری سی بی ای طویل عرصہ سے پارک کو بچانے اور بحال کرنے کے لئے مہم چلا رہے ہیں۔ (شہری کے مئی۔ اگست 2002ء کے شمارے میں اس موضوع پر مضمون شائع کیا گیا تھا)

اب جبکہ ایک منتخب مقامی حکومت شہر میں قائم ہوچکی ہے، شہری سی بی ای نے اس مہم کو اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے مثلاً گٹر باغیچہ کی بحیثیت جدید قومی پارک بحالی اور اس کے مستقبل کو محفوظ بنانا۔ اس ضمن میں شہری سی بی ای نے اپنی گٹر باغیچہ بچاؤ مہم کا آغاز 27 دسمبر 2002ء کو شاہ عبدالطیف بھٹائی لائبریری ہال (گٹر باغیچہ سے متصل) میں ایک ورکشاپ کے انعقاد سے کیا۔ یہ ورکشاپ شہری سی بی ای کے پروگرام قانونی آگہی/شہری منصوبہ بندی/درجہ بندی کی تربیت کے تحت منعقد کیا گیا۔

ورکشاپ فریڈرک نومان اسٹفٹنگ کے تعاون سے منعقد کیا گیا جبکہ مقامی شہری گروہ این جی او الائنس نے سہولیات فراہم کیں۔ شہری ضلعی حکومت کراچی کے اہلکاروں کی نمائندگی سائٹ ٹاؤن کے ناظم جناب امیر نواب نے کی۔

مقررین نے جن میں جناب خطیب احمد چیئرپرسن شہری سی بی ای، جناب نوید حسین رکن شہری سی بی ای اور جناب نثار بلوچ چیئرمین این جی او الائنس شامل تھے۔ گٹر باغیچہ کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ گٹر باغیچہ 1892ء میں کراچی میونسپل کمیٹی نے 1017ء ایکڑ رقبہ پر سیوریج پارک کی حیثیت سے قائم کیا گیا تھا۔ کراچی ہینڈ بک میں اس کے بارے میں تفصیلات دیتے ہوئے لکھا ہے کہ 1913ء میں گٹر باغیچہ صحرا میں نخلستان اور فطرت پسندوں، پرندوں اور حشرات الارض کی

ایک دن کا بہتر استعمال

تعارف:

جناب نثار بلوچ۔ این جی او الائنس

گٹر باغیچہ کے تحفظ کے لئے شہری کاوش

جناب خطیب احمد

چیئرپرسن۔ شہری سی بی ای

گٹر باغیچہ: منزل سامنے ہے

جناب نوید حسین۔ شہری سی بی ای

اوپن فورم:

مقامی باشندوں اور علاقے کے ناظموں، کونسلروں اور مقامی انتظامیہ کے درمیان باہمی عمل۔

مہمان خصوصی کا خطاب:

جناب امیر نواب۔ ناظم سائٹ ٹاؤن

حکمت عملی: شہریوں اور منتخب نمائندوں کے درمیان مثبت باہمی عمل

ناظم اور شہری/این جی او الائنس کے ارکان درخت لگا مہم کا آغاز کر رہے ہیں

شہری

جی 206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔ 75400، پاکستان
ٹیلی فون/فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site)
www.shehri.org

ایڈیٹر : سمیر انعیم
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : خطیب احمد
وائس چیئر پرسن: الیس رضا علی گردیزی
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : فاروق فضل
ارکان : نوید حسین، رونالڈ ڈی سوزا
قاضی فائز عیسیٰ
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : محمد سرور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
شہری ذیلی کمیٹیاں:
آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ: دانش آذرزوبی، حمیر الرحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط: حمیر الرحمٰن،
حسن جعفری، فرحان انور
قانون: قاضی فائز عیسیٰ، امبر علی بھائی،
رونالڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا،
خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین،
قاضی فائز عیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیڈ یولالہ
پروڈکشن: انٹر پریس کمیونیکیشن (IPC)

مالی تعاون: فریڈرک نومان فاؤنڈیشن

رکن IUCN دی ورلڈ کنزرویشن یونین

امیر نواب۔ ناظم سائٹ ٹاؤن

خطیب احمد۔ چیئرپرسن شہری سی بی ای

جنت کے نام سے پہچانا جاتا تھا جہاں اناج، سبزیاں، پھل اور مویشیوں کے چارہ کی کاشت کی جاتی تھی۔ 1938ء میں کراچی کا پہلا ٹریٹمنٹ پلانٹ پارک میں قائم کیا گیا۔ جہاں شہر بھر کے کچرے سے ٹنوں کھاد تیار کی جاتی تھی اور بہت سی ملازمتوں کے مواقع پیدا ہوئے تھے۔

تاہم آزادی کے بعد حالات نے بدتری کی طرف پلٹا کھایا جب ہزاروں کی تعداد میں مہاجرین نے بے قاعدہ آبادیوں میں رہائش اختیار کرلی۔ نتیجہ کے طور پر گٹر باغیچہ کا 25 فیصد حصہ رہائشی علاقے میں تبدیل ہوگیا جبکہ اس کے مزید 15 فیصد حصہ پر ہارون آباد انڈسٹریل ایریا اور سنگ مرمر کے کارخانوں نے ناجائز تجاوزات قائم کرلیں۔

اس پر ماتم کرنا چاہئے کہ پارک میں پچاس سے زائد پانی کے نلکے (Hydrants) لگے ہوئے تھے نتیجتاً واٹر ٹینکروں کی آمدورفت کی وجہ سے نہ صرف سڑکیں تباہ ہورہی تھیں بلکہ زمین کی حالت بھی خراب ہوتی جارہی تھی۔

چند ماہ پیشتر شہری حکومت نے باشندوں

برائے مہربانی ضرورت مند کی مدد کیجئے

یکم جنوری 2003ء

میر ظفر اللہ خان جمالی
وزیر اعظم پاکستان۔ وزیر اعظم ہاؤس
اسلام آباد

جناب علی محمد مہر
وزیر اعلیٰ سندھ
وزیر اعلیٰ ہاؤس۔ کراچی

بابت: صدر جنرل پرویز مشرف کی ہدایات کے مطابق گٹر باغیچہ کی اراضی پر جدید قومی پارک کی تعمیر

جناب محترم!

ہم آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ 28 اپریل 2002ء کو عزت مآب صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے کراچی میں قائداعظم کے مقبرے کے دورے کے دوران اعلان کیا تھا کہ کراچی کے شہریوں کے لئے گٹر باغیچہ کو ایک جدید نیشنل پارک میں تبدیل کیا جائے گا۔

گٹر باغیچہ کی اصل اراضی 1017 ایکڑ پر مشتمل تھی جس میں سے 600 ایکڑ اراضی پر لینڈ مافیا، سائٹ انڈسٹریل ایریا اور سرکاری محکموں نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے۔ اس گنجان آباد علاقے میں یہ سب سے بڑی کھلی جگہ ہے۔ اس جگہ پر ایک پارک قائم کرکے محفوظ کرنا کراچی شہر کے پھیپھڑوں کو بچانے کے مترادف ہے جو پہلے ہی بہت زیادہ آلودہ ہوچکا ہے۔

تاہم یہ افسوسناک امر ہے کہ صدر مملکت کی ہدایات پر عملدرآمد نہیں کیا گیا ہے۔ حکومت سندھ اور کراچی کے شہری ضلعی حکومت کراچی کے شہریوں سے کئے گئے وعدے کو پورے کرنے میں ناکام ہوگئی ہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ گٹر باغیچہ کی 428 ایکڑ اراضی پر ایک جدید قومی پارک قائم کرنے کے لئے تیزی سے عمل کیا جائے پیشتر اس کے کہ بہت دیر ہوجائے۔

امبر علی بھائی
جنرل سیکریٹری۔ شہری سی بی ای

نقول برائے:
ڈاکٹر عشرت العباد۔ گورنر سندھ
جناب طارق عزیز۔ پرنسپل سیکریٹری برائے صدر پاکستان
جناب کے بی رند۔ چیف سیکریٹری حکومت سندھ
جناب شفیق الرحمٰن پراچہ۔ ڈی سی او شہری ضلعی حکومت کراچی

نوید حسین۔ ممبر شہری سی بی ای

نثار بلوچ۔ چیئرمین، این جی او الائنس

کی شکایات پر پانی کے نلکے (Hydrants) بند کردیئے، تاہم چند ہی دنوں میں مفاد پرست عناصر نے اس وقت کے گورنر

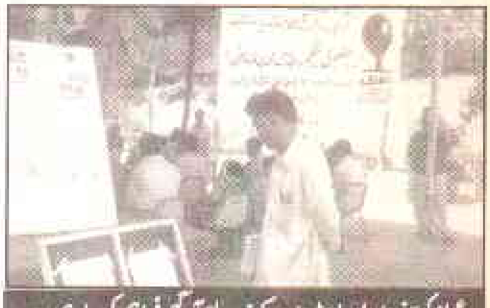
عوام کو بینروں اور پوسٹروں کے ذریعے آگہی فراہم کی جارہی ہے

سندھ سے رجوع کیا جنہوں نے ان نلکوں کو دوبارہ کھولنے کے احکامات جاری کردیئے۔ مزید برآں ایک بڑی تعداد میں لوگوں نے پارک پر ناجائز قبضہ کرلیا اور سبزیوں کی کاشت شروع کردی جس کی آبیاری قریبی صنعتی علاقے سے خارج ہونے والے زہر آلود اور خطرناک کیمیاوی اجزاء سے آلودہ پانی سے کی جاتی تھی۔ ان سبزیوں کو کھلے عام فروخت کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ صدر جنرل پرویز مشرف کے جگہ کو جدید نیشنل پارک میں تبدیل کرنے کے احکامات کو بھی نظر انداز کردیا گیا۔ کالعدم کے ایم سی نے پارک کی 200 ایکڑ اراضی رہائشی اسکیم کے لئے فروخت کردی۔ فی الوقت 1017 ایکڑ پر مشتمل اصل رقبہ میں سے صرف 428 ایکڑ اراضی باقی بچی ہے جس پر کسی بھی قسم کی تجاوزات قائم نہیں ہیں۔ مقررین نے شہری حکومت کے اہلکاروں سے مطالبہ کیا کہ پارک کی تفریحی حیثیت بحال کی جائے، تجاوزات کو ہٹایا جائے اور پارک کی اراضی کے مزید ناجائز استعمال کی روک تھام کی جائے۔ سائٹ ٹاؤن کے ناظم جناب امیر نواب نے پارک کی دوبارہ بحالی اور تحفظ کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے بڑھتے ہوئے اراضی پر ناجائز قبضے کے رجحان پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے یقین دلایا کہ وہ اس معاملہ کو تمام متعلقہ فورمز پر اٹھائیں گے اور اس کے بارے میں تمام متعلقہ اہلکاروں سے بات کریں گے۔

امید کی جاسکتی ہے کہ شہریوں کے تعاون سے کراچی شہر کے پھیپھڑوں کو بچانے کے لئے شہری کی یہ کوششیں بارآور ثابت ہوں گی۔

اس موقع پر درخت لگاؤ مہم کا انعقاد بھی کیا گیا۔ ❀❀❀

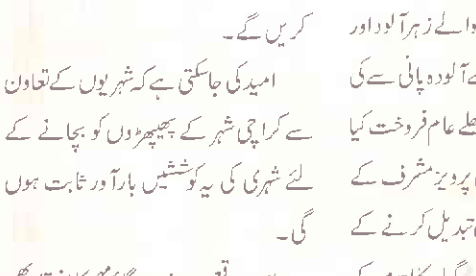
ورکشاپ میں موجود شرکاء

گٹر باغیچہ کے اطراف میں فضائی کیفیت کی رپورٹ

ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ، حکومت سندھ کی رپورٹ

ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ حکومت سندھ (EPA) نے کونسل برائے سائنسی و صنعتی تحقیق پاکستان (پی سی ایس آئی آر) سے درخواست کی ہے کہ گٹر باغیچہ کے گردونواح میں ہوا کی کیفیت کو مانیٹر کیا جائے۔ ہوائی کیفیت کا ڈیٹا انسانی حقوق کیس نمبر 6-A کے تحت سپریم کورٹ کی ہدایات کے مطابق ایک ماحولیاتی رپورٹ کی تیاری کے لئے درکار ہے۔ بریگیڈیئر (ریٹائر) اختر ضامن ڈائریکٹر جنرل ای پی اے اور جناب اے ایچ کے یوسف زئی، چیف سائنٹیفک آفیسر، پی سی ایس آئی آر لیبارٹریز کے درمیان ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ گٹر باغیچہ کے قریب ایک منتخب جگہ پر 48 گھنٹے تک مسلسل ہوا کی کیفیت کی مانیٹرنگ کی جائے گی۔ اس ضمن میں ڈپٹی کمشنر کو مکمل حفاظتی انتظامات کو یقینی بنانے کے لئے مطلع کیا گیا۔ علاوہ ازیں کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کو معقول بجلی فراہم کرنے کی ہدایات جاری کی گئیں۔ ایک جدید ترین ایئر کوالٹی مانیٹرنگ موبائل لیبارٹری مندرجہ ذیل کو جانچنے کے لئے دو دن (17 اور 18 فروری 1998ء) کے لئے استعمال کی گئی۔ (1) اوزون (2) سلفر ڈائی آکسائیڈ (3) کاربن مونو آکسائیڈ (4) نائٹروجن آکسائیڈز (5) میتھین (6) این۔میتھین (7) پی ایم۔10 (8) ہوا کی رفتار (9) رطوبت (10) درجہ حرارت (11) ہوا کی سمت

ڈیٹا کا تجزیہ کرنے کے بعد مشاہدے میں یہ آیا کہ مندرجہ بالا تمام معیارات عالمی بینک / عالمی ادارہ صحت (WHO) کے تعریف کردہ معیارات کی حدود کے اندر ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ گٹر باغیچہ کا گردونواح فی الوقت غیر آلودہ ہے اور اگر صنعتیں لگانے کی اجازت دی گئی تو یہ خطرہ ہے کہ مندرجہ بالا معیارات عالمی ادارہ صحت کے مقررہ معیارات سے تجاوز کر جائیں گے۔ شہری ترقی کے نتیجہ میں ٹریفک کے حجم اور دیگر تجارتی اور صنعتی سرگرمیوں میں اضافہ ماحول پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ چونکہ کسی صنعتی علاقے کی ترقی کے لئے کوئی رہنما اصول نہیں ہیں، لہٰذا یہ خطرہ موجود ہے کہ گٹر باغیچہ پر ایک گھریلو صنعتی سیکٹر کی منصوبہ بندی اطراف کے ماحول پر یقیناً منفی اثرات مرتب کرے گی۔ لہٰذا ان تمام حقائق کے پیش نظر تجویز دی جاتی ہے کہ:

- کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن اس جگہ پر اسپتال، پارک، کھیل کا میدان، کمیونٹی سینٹر اور دیگر عوامی سہولیات جن کی کراچی شہر کو فوری ضرورت ہے، تعمیر کرے۔
- کے ایم سی اور کے ڈی اے کسی بھی قسم کی کارکردگی کرنے سے قبل ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ سندھ کو ماحولیاتی اثرات کا تخمینہ پیش کرے تاکہ اس کا جائزہ لیا جاسکے اور این او سی جاری کیا جاسکے واضح رہے کہ ماحولیاتی تحفظ کے ایکٹ 1997ء کے مطابق یہ ابتدائی عمل ہوسکتا ہے۔
- متعلقہ ایجنسیوں کی جگہ کو تجاوزات سے تحفظ دینے اور کنٹرول کرنے کے لئے مقررہ معیارات کو اختیار کرنے کے لئے حکم دیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ تجاوزات / کچی آبادیاں ہوا، پانی اور زمین پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب کرسکتی ہیں۔
- گٹر باغیچہ پر زراعتی عمل کی سختی سے نگرانی کرنا چاہئے کیونکہ جائزے کے دوران مشاہدے میں آیا ہے کہ کسان سبزیاں کاشت کرنے کے لئے آلودہ گندہ پانی استعمال کررہے ہیں، جو انسانوں کے لئے سخت خطرناک ہے۔

فضل اے نظامانی
ڈائریکٹر۔ ایجنسی برائے ماحولیاتی تحفظ۔ سندھ

اراضی کا انتظام

شدت حرص نے زمین کے غیر قانونی قبضے پر مجبور کیا

شرکت گاہ کے زیر اہتمام کراچی میں منعقد کئے گئے ایک سیمینار میں جناب نوید حسین کے پڑھے گئے مقالے سے اقتباسات

نوید حسین

ہندوستان سے آنے والے مہاجرین نے کچی آبادیوں میں رہائش اختیار کی اور گٹر باغیچہ پر تجاوزات قائم کرنا شروع کیں، سنگ مرمر کے کارخانوں اور دیگر صنعتوں نے پندرہ فیصد حصہ پر قبضہ کیا

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہم پاکستان میں ہر علاقے پر کاشت کرنے یا اس پر عمارت کھڑی کرنے کی مستقل کوشش کرتے ہیں۔ خواہ یہ زمین کسی فرد، کمیونٹی کی ہو یا رفاعی پلاٹ یا حکومت کی، لیکن حرص اتنی شدید ہے کہ ہم اس پر ہر صورت قابض ہونا چاہتے ہیں۔ گٹر باغیچہ کی اصطلاح (کراچی میں ایک چھوٹا سر سبز پلاٹ) وہاں پر موجود سیوریج ٹریٹمنٹ پلانٹ سے متعلق ہے۔ تقسیم سے قبل 1890ء میں اس کی تنصیب کی گئی۔ تمام علاقہ 1017 ایکڑ پر محیط تھا اور ٹرانس لیاری کوارٹر کا حصہ تھا، جس سے تقریباً ایک لاکھ افراد مستفید ہوتے تھے۔

1947ء کے بعد ہندوستان سے آنے والے مہاجرین نے پرانے گولیمار کی طرز پر کچی آبادیوں میں رہائش اختیار کی اور گٹر باغیچہ پر تجاوزات قائم کرنا شروع کردیں۔ آصف کالونی، زبیر کالونی، حسرت موہانی کالونی اور ولایت آباد گٹر باغیچہ کے 25 فیصد حصے پر قائم کئے گئے۔ ہارون آباد کے صنعتی علاقے اور سنگ مرمر کے کارخانوں نے گٹر باغیچہ کے مزید 15 فیصد حصے پر تجاوزات قائم کیں۔

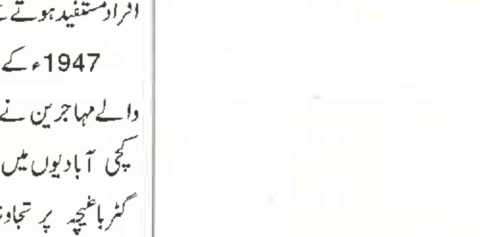

مصنف مقامی لوگوں سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے

1993ء کے اوائل میں گٹر باغیچہ کی 200 ایکڑ زمین پر کے ایم سی آفیسر کوآپریٹو سوسائٹی قائم کرنے کے لئے درخواست دی گئی تھی۔ سرکاری حکام اور اراضی مافیا پر مشتمل غیر قانونی زمینی قابضین کی ایک طویل فہرست ہے۔ وزیر بلدیات ارشاد احمد نے کہا کہ کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی کو دس روپے فی گز زمین کی قیمت اور پندرہ روپے فی گز ترقیاتی اخراجات کے نرخ پر سیوریج فارم منگھوپیر روڈ پر کے ایم سی کی زمین دینا نقصان دہ ہے۔ اس قدر ارزاں نرخ پر زمین کی فروخت سندھ پیپلز لوکل کونسل (لینڈ رولز 1975ء) کے رول 15 کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد 1993ء میں گٹر باغیچہ کی زمین کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹو سوسائٹی کو 99 سال کے پٹہ پر رہائشی مقصد کے لئے کے ایم سی قرارداد 82 منظور کی گئی۔ واضح رہے کہ اس کے لئے نیلام کا طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ یہ سندھ لوکل گورنمنٹ آرڈی نینس 1979ء کی دفعہ 45 کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ایک اعلیٰ سرکاری عہدیدار اس وقت کے چیف سیکریٹری سندھ سید سردار احمد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک کھلے پارک/فارم کو ہاؤسنگ سوسائٹی میں تبدیل کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ شاید یہ اظہار تاسف تھا۔ یہ تلخیصی نکات مفاد پرست مافیا کی سازشوں کی وجہ سے کبھی بھی وزیر اعلیٰ سندھ تک نہیں پہنچ سکے۔ حیرت انگیز طور پر وزیر اعلیٰ نے کے ایم سی کمیٹی کی جانب سے منظور کی جانے والی قرارداد کی حمایت کی۔ اس کے کچھ مہینوں کے بعد کے ایم سی نے گٹر باغیچہ میں 1000 روپے فی مربع گز کے نرخ پر صنعتی پلاٹوں کی نیلامی کا اشتہار جاری کیا۔ 1993ء کے وسط میں چیف سیکریٹری سندھ نے ناپسندیدہ اعتراضات کو ظاہر کئے بغیر کے ایم سی آفیسرز کوآپریٹو سوسائٹی سے متعلق ایک تجویز وزیر اعلیٰ کے سامنے پیش کی گئی اور وزیر اعلیٰ سندھ نے کے ایم سی کی قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے اعانت جرم کا ارتکاب کیا۔

اسی سال حکومت سندھ نے ہاؤسنگ اسکیم کی منظوری دی۔ 200 ایکڑ زمین کی لیز دستاویزات مکمل ادائیگی (ایک کروڑ 10 لاکھ روپے) وصول کئے بغیر جاری کردی گئی۔ یہ رقم ابھی تک واجب الادا ہے۔ 20 اگست 1993ء کو اس ہاؤسنگ اسکیم کے بارے میں ایک اشتہار اخبارات میں شائع کرایا گیا۔ میں لیاری کے بارے میں متجسس اور اس کے بارے میں جاننے کا مشتاق تھا اور اس سلسلے میں، میں نے مقامی (باقی صفحہ 22 پر)

زمین کو سماجی ورثے کے بجائے قابل فروخت جنس کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے، منافع کی مد میں کی گئی سرمایہ کاری کی وجہ سے اراضی کی قیمتیں غیر معمولی سطح تک پہنچ گئی ہیں

کراچی میں اراضی کا استعمال

خلاف ورزیوں، بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کے اسباب

شہری سرگرمیاں

شہری رپورٹ

اپنے تعارفی کلمات میں بیرسٹر قاضی فائز عیسیٰ سابق چیئرپرسن شہری سی بی ای نے وادی سندھ کی تہذیب پر بحث کرتے ہوئے خطے میں منظم اور منصوبہ بند ترقی کی نشاندہی کی۔ واضح رہے کہ دنیا کی قدیم ترین منصوبہ بند انسانی آبادیوں میں سے ایک موہنجوڈرو کو سمجھا جاتا ہے۔

جناب عیسیٰ نے اسلامی فنون اور تعمیرات میں عظیم الشان روایات کی نشاندہی کی جس کے گواہ اسپین میں غرناطہ کے پرشکوہ شہر سے پاکستان میں شالیمار باغ لاہور تک کی تعمیرات ہیں۔

برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں نے بھی خود کو تصور پرست ثابت کیا اور مختلف منصوبے جو انہوں نے پایہ تکمیل تک پہنچائے مثلاً ایم اے جناح روڈ وغیرہ ان کے طویل المیعاد تصور اور دوراندیشی کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اردشیر کاوس جی، مہرین خان، ڈاکٹر ایس رضا علی گردیزی

بہر حال قیام پاکستان کے بعد لوٹ کھسوٹ کا باقاعدہ عمل شروع ہوگیا جسے ستر کی دہائی کے اوائل میں بے نظیر بڑھاوا ملا۔

کراچی شہر میں زمین کے استعمال میں ہونے والی خلاف ورزیوں سے متعلق تمام بے قاعدگیوں اور بدعنوانیوں کے پیچھے دولت کی بھوک بنیادی عنصر ہے۔ جناب عیسیٰ کے کہنے کے مطابق تمام حکومتوں، خواہ وہ منتخب ہوں یا غیر منتخب، نے حالت کو بگاڑنے میں حصہ لیا ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ مفروضہ شفاف فوجی حکومت غیر قانونی عمارتوں کو باقاعدہ بنانے اور سڑکوں کو تجارتی بنانے کے اقدامات اٹھا چکی ہے۔

جناب عیسیٰ نے اس حقیقت پر افسوس کا اظہار کیا کہ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی صرف اس لئے سبکدوش کی جا چکی ہے کہ وہ بدعنوان بلڈرز مافیا اور کے بی سی اے کے حکام کو برہم کرنے کے اقدامات کر رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ عبوری حکومت کا اختیار محدود ہوتا ہے اور وہ کے بی سی اے نگران کمیٹی کو سبکدوشی جیسے اہم فیصلے کرنے اور پابندیاں لگانے کی مجاز نہیں ہے۔ کراچی میں ہونے والی زیادہ تر بدعنوانیوں میں دولت محرک طاقت بن چکی ہے۔

سیمینار کی میزبان محترمہ مہرین خان نے پینل کے شرکاء کا تعارف کرایا۔ انہوں نے پروفیسر نعمان احمد کو شہری منصوبہ بندی کے موضوع پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی اور کیا کبھی کراچی کی باقاعدہ بہتر منصوبہ بندی کی گئی یا نہیں؟

پروفیسر نعمان احمد نے کہا کہ کراچی کبھی ایشیاء کا صاف ترین شہر مانا جاتا تھا۔ تاہم آزادی کے بعد صرف چار برس کے دوران شہر کی آبادی میں ڈھائی گنا اضافہ ہوگیا۔ شہر کے لئے چار مختلف ترقیاتی منصوبے بنائے گئے، تاہم ان منصوبوں پر عملدرآمد حکمران طبقے کے مفاد میں نہیں تھا۔ پروفیسر نعمان احمد

پینل

میزبان:
محترمہ مہرین خان
پینل کے شرکاء:
جناب احمد قاسم پاریکھ
ناظم جمشید ٹاؤن
بریگیڈیئر ظہیر قادری
ای ڈی او - سی ڈی جی - کراچی
آرکیٹیکٹ طارق رسول
وائس چیئرمین پی سی اے ٹی پی
انجینئر نورالدین احمد
ممبر پاکستان انجینئرنگ کونسل
پروفیسر نعمان احمد
چیئرمین شعبہ تعمیرات، این ای ڈی یونیورسٹی
ڈاکٹر سید رضا علی گردیزی
وائس چیئرمین شہری سی بی ای

نے کہا کہ پہلے لوگوں کے ادراک/مفادات اور مفادی گروہوں میں ہم آہنگی پیدا کی جائے اور پھر عملی کام شروع کیا جائے۔ انہوں نے مطلع کیا کہ شہر کی 86 فیصد اراضی حکومت کی ملکیت ہے۔ زمین کو سماجی ورثے کے بجائے قابل فروخت جنس کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ منافع کی حد میں کی گئی سرمایہ کاری کی وجہ سے اراضی کی قیمتیں غیر معمولی سطح تک چڑھ گئی ہیں۔ بریگیڈیئر ظہیر قادری نے کہا کہ وہ اس کی تردید نہیں کریں گے کہ کے ڈی اے ایک بدعنوان ادارہ بن چکا ہے۔ تاہم انہوں نے کہا کہ عوام بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ وہ حکومتی بے عملی کے خلاف اجتماعی احتجاج کرنے کے قابل نہیں ہوسکے۔

جناب احمد قاسم پاریکھ شہری کے کام کو سراہتے ہوئے بیوروکریسی (نوکر شاہی) کو ترقیاتی کاموں میں پایہ تکمیل تک نہ پہنچانے پر موردِ الزام ٹھہرایا۔

جناب نورالدین احمد نے کہا کہ یہ لوگ خود ہوتے ہیں جو حکومتی اہلکاروں کو غیر قانونی

احمد قاسم پاریکھ، پروفیسر نعمان احمد اور قاضی فائز عیسیٰ

اقدامات اٹھانے پر مجبور کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں کام کرانے کا ایک متوازی غیر قانونی راستہ جنم لے چکا ہے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ اس بدعنوان طریقہ کار میں پیشہ ور افراد بھی ملوث ہوتے ہیں۔ جناب نورالدین احمد نے کہا کہ زمین نے سامان تجارت کی حیثیت اختیار کرلی ہے اور 70ء کی دہائی سے اسے سیاسی حمایت حاصل کرنے کے لئے بطور رشوت استعمال کیا جاتا ہے۔

جناب طارق رسول نے کہا کہ بڑھتی ہوئی تیز رفتار آبادی کی وجہ سے شہر میں زمین کے استعمال میں تبدیلیاں ہورہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس عمل کے نتیجہ میں بہت سے آرکیٹیکٹ متاثر ہوئے ہیں، کیونکہ بغیر کسی ثبوت کے ان کے لائسنس بدعنوانی میں ملوث ہونے کے الزام کے تحت معطل کردیئے گئے۔ حال ہی میں تشکیل دی گئی ایک انضباطی کمیٹی نے 23 متاثرہ آرکیٹیکٹس میں سے صرف چار کو جرم کا مرتکب پایا۔

شہری سی بی ای کے وائس چیئر پرسن ڈاکٹر رضا علی گردیزی نے ترک شدہ قوانین، قواعد اور طریقہ ہائے کار کی حمایت کی ضرورت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ تربیت یافتہ منصوبہ سازوں کے علاوہ ہر شخص بشمول گورنر اور چیف سیکریٹری منصوبہ سازوں کا طرز عمل اختیار کر رہے ہیں۔

پینل کے شرکاء کے اظہار خیال کے بعد محترمہ مہرین خان نے سیمینار میں شریک حاضرین کو سوالات کرنے کی دعوت دی۔

ماہر تعمیر طارق رسول، بریگیڈیئر (ر) ظہیر قادری اور نورالدین احمد

ہم کہاں کھڑے ہیں

شہری سی بی ای گزشتہ پندرہ برسوں سے کراچی شہر میں اراضی کے استعمال میں ہونے والی قانون، قواعد وضوابط کی خلاف ورزیوں کے خلاف کام کررہی ہے۔ شہری سی بی ای کراچی کے موجودہ رہائشی اور تجارتی ضروریات کے لئے شہر کے طبعی اور فطری ماحول پر منفی اثرات ڈالے بغیر تعمیراتی قوانین اور قواعد میں مناسب ترامیم کرنے کے لئے سہولتیں فراہم کرتی ہے۔ اس ضمن میں شہری نے سیمیناروں، ورکشاپس، مطبوعات اور آگہی مہموں کے ذریعے عوام شہری منصوبہ بندی، اراضی کے استعمال کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزیوں کے ارتکاب کے بارے میں عوام کو آگہی اور معلومات فراہم کرنے کی کوششیں کی۔ شہر بھر کے متعلقہ شہریوں کے تعاون سے شہری سی بی اے کے اراکین کی مسلسل کوششوں کے باعث زیادہ وقت کامیابی حاصل کی جاچکی ہے۔ کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی کی کارکردگی کی نگرانی کرنے کے لئے سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء کی دفعہ (سیکشن B-4) کے تحت حکومت اور شہری نمائندوں پر مشتمل ایک نگران کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ تاہم کے بی سی اے نگران کمیٹی کو اپریل 2002ء میں تحلیل کردیا گیا اور سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء کے تحت ایک صوابدیدی ضرورت کی حیثیت سے ابھی تک نئی کمیٹی کا تقرر نہیں کیا گیا ہے۔ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی اپنی مدت کے دوران شہر کے باشندوں کی زندگیوں کی بہتری کے لئے اپنا حصہ ادا کرنے میں ثابت قدم رہی۔ کے بی سی اے نگران کمیٹی کی ایمانداری اور اپنے کام سے وابستگی اس حقیقت سے صاف عیاں ہوتی ہے کہ اس نے اپنی تین سالہ مدت کے دوران چالیس اجلاس منعقد کئے۔ کے بی سی اے کی نگران کمیٹی نے اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ عمارتیں صرف کے بی سی اے کے منظور شدہ منصوبوں کے مطابق ہی تعمیر ہوں، بڑی تعداد میں تفصیلی مشاہدے کئے اور پالیسی مرتب کی۔ حالیہ اقدامات نے ایک بار پھر سنگین خدشات کو پیدا کردیا ہے مثلاً کراچی کے زمینی انتظام کے مستقبل کا فیصلہ کون کرے گا۔ رائج قوانین شمول۔

- سندھ ٹاؤن پلاننگ ایکٹ 1915ء۔
- صدارتی حکم نمبر 5 — 1957ء۔
- سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء قوانین۔

زمینی استعمال کی منصوبہ بندی اور تبدیلی کے بارے میں تفصیلی طریقہ ہائے کار بتاتے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے شہر کا زمینی منظرنامہ ایڈہاک تبدیلیاں، من مانے/یا وردی فیصلے، سرکاری حکم ناموں کے طریق ہائے کار سے پہلوتہی، قواعد کی بدعنوان ترقی اور کچی آبادیوں کے پھیلاؤ کی وجہ سے تباہ وبرباد ہوگیا ہے۔ سڑکوں کو تجارتی بنانے کا اعلان اس ناقص پالیسی کی ایک زندہ مثال ہے۔ کے بی سی اے کی ریگولیٹری اینڈ کمیٹی نے حال ہی میں شاہراہ فیصل اور آئی آئی چندریگر روڈ پر بلند عمارتوں کے لئے بطور راہداری کے استعمال کی تجویز دی ہے جو تجارتی فیتہ ہے۔ ان اقدامات نے شہری سماج میں سنگین بحث میں اضافہ کیا ہے۔ فیصلہ کرتے وقت ان تجاویز کی نامناسب شمولیت نہیں ہونی چاہئے۔ یہاں شہریوں کی غیر تسلی بخش شمولیت کے بغیر استحقاقی فیصلہ کرنا شفافیت، طریقہ کار اور میکانیت میں ایک سنگین مسئلہ رہا ہے۔

شہری سی بی ای کی جنرل سیکریٹری محترمہ امبر علی بھائی نے وضاحت کی کہ کے بی سی اے کے چیئرمین کو پینل میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی، تاہم نہ تو چیئرمین اور نہ ہی کے بی سی اے کے کسی نمائندے نے سیمینار میں شریک ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

جناب نورالدین نے مطالبہ کیا کہ ماسٹر پلان 2000 کو جلد از جلد مشتہر کیا جائے۔ ڈاکٹر گردیزی نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ پلان پر عملدرآمد کی ضرورت کو بھی یقینی بنایا جائے۔

> **برطانوی نوآبادیاتی حکمرانوں نے بھی خود کو تصور پرست ثابت کیا اور مختلف منصوبے جو انھوں نے پایہ تکمیل تک پہنچائے مثلاً ایم اے جناح روڈ وغیرہ اُن کی دوراندیشی کی نشاندھی کرتے ھیں**

معروف ماہر تعمیرات جناب عارف حسن نے کہا کہ کراچی غالباً دنیا کا سب سے زیادہ منصوبہ بند شہر تھا۔ تاہم یہاں ہر سال تقریباً پچاس ہزار رہائشی یونٹوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہاں خدمات کے شعبے میں کوئی منصوبہ بندی نہیں ہے۔

جناب حسن کے خیال میں تمام ذیلی قوانین/ضوابط پر نظر ثانی اشد ضروری ہے۔ صحت، تعلیم اور صنعت جیسے شعبے ان ذیلی قوانین اور ضوابط کے زمرے میں نہیں آتے۔

جناب آفتاب قریشی نے کہا کہ مقامی حکومت کو منصوبہ بندی کرنے کا اختیار ہونا چاہئے۔ پروفیسر نعمان احمد نے تجویز کیا کہ شہر میں سرگرم عمل مختلف مفادی گروہوں کی طلب اور ضروریات کی حیثیت کا تعین کرنے کے لئے دستاویز بندی ہونی چاہئے۔ اس کے

کراچی میں زمینی استعمال کے متعلق چند بنیادی حقائق

1- کراچی میں زمین کی ملکیت

سیکٹر	زیر انتظام/زیر ملکیت زمین کی فیصد
حکومت/سرکاری شعبہ	86.74فیصد
رسمی نجی شعبہ	6.50فیصد
غیر رسمی نجی شعبہ	3.05فیصد
کوآپریٹو	3.70فیصد

2- کراچی ترقیاتی پلان 2000-1986ء کے لئے کئے گئے زمینی استعمال کے سروے کے مطابق کل شہری زمین کا 60.5فیصد خالی پڑا ہے۔ یہ اراضی 4.8فیصد ترقیاتی کام کی تکمیل شدہ اراضی، ترقیاتی کام کے لئے منظور شدہ 17.1فیصد اور 38.6فیصد دیگر اراضی (ماسوا زرعی، سیلابی میدان اور آبی اداروں کے) پر مشتمل ہے۔ اراضی کے اس بڑے رقبے کی وجہ سے مختلف مفاد پرست گروہوں کی جانب سے زمین پر تجاوزات کے قیام یا اراضی کے استعمال میں تبدیلی کے خطرات کی نشاندہی ہوتی ہے۔

3- 1986ء کے سروے کے مطابق 380018 پلاٹ خالی پڑے تھے۔ یہ پلاٹ موجودہ آبادی کے نصف تقریباً 51لاکھ نفوس کی رہائشی ضروریات پورے کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس سے ایک موثر زمینی استعمال کی منتظمہ کی شدید ضرورت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

4- موجودہ زمینی استعمال (سروے 1986)

کل زمین	180863ہیکٹر
زمینی	9783ہیکٹر
تجارتی	493ہیکٹر
صنعتی و دیگر	3812ہیکٹر
تعلیم اور صحت	769ہیکٹر
سڑکوں کی تصحیح	13792ہیکٹر
رفاہ عامہ	2155ہیکٹر
تفریحی	1429ہیکٹر
دیگر سہولیات	613ہیکٹر
کل ترقی یافتہ اراضی	32,849ہیکٹر

5- کراچی میں اراضی کا کنٹرول 1988ء

کراچی ڈیولپمنٹ اتھارٹی	29.3فیصد
کنٹونمنٹ بورڈ	4.4فیصد
کراچی میونسپل کارپوریشن	5.7فیصد
ڈیفنس سوسائٹی	3.9فیصد
اسٹیل ملز	4.6فیصد
پورٹ قاسم	3.0فیصد
پورٹ ٹرسٹ	3.6فیصد
ریلویز	0.7فیصد
پرائیویٹ	6.5فیصد
حکومت سندھ	32.4فیصد
حکومت پاکستان	1.0فیصد
کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹیز	3.7فیصد
سندھ انڈسٹریل ٹریڈ اسٹیٹ	1.3فیصد
کل	100فیصد

علاوہ شہر میں اراضی کے انتظام سے متعلق تمام معلومات/ریکارڈز تک لوگوں کی رسائی ممکن بنانا بہت ضروری ہے۔

جناب نعمان احمد نے کہا کہ منصوبہ بندی کے عمل کے لئے ضروری ہے کہ ظالمانہ اور قانون استحقاق کے تحت دیئے گئے اختیارات کو ختم کردینا چاہئے۔انہوں نے مطلع کیا کہ 93-1985ء کے درمیان حکومتوں نے اربوں روپے کی سرکاری زمین خیرات کردی۔ انہوں نے مزید کہا کہ منصوبہ بندی غیرملکی ماہرین کی خدمت حاصل کئے بغیر مقامی طور پر کی جانی چاہئے۔

مذاکرہ کے شرکاء

شہری کے رکن جناب رونالڈ ڈی سوزا نے کہا کہ 1985ء سے اب تک شہر کی 10 فیصد اراضی من پسند افراد میں بانٹی جاچکی ہے اور جسے اب باقاعدہ بنایا جارہا ہے انہوں نے کہا کہ یہ کراچی کے شہریوں کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔ جناب عیسٰی نے کہا کہ حکومت نے عوام کی فلاح و بہبود کی دیکھ بھال کرنے کے بجائے ٹیکس جمع کرنے کے محکمہ کی طرح کام کرنا شروع کردیا ہے۔

آباد کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب فاروق الزماں نے کہا کہ پی ای سی ایچ ایس میں کثیرالمنزلہ علاقوں کی طرح کے منصوبے بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ناگزیر ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس قسم کے زون شہر کے مضافات میں قائم نہیں ہونے چاہئیں بلکہ انہیں شہر کے مرکزی اور گنجان علاقوں میں بنانا چاہئے۔

آخر میں محترمہ مہرین خان نے بحث کو سمیٹتے ہوئے شہری سی بی ای کے چیئرپرسن جناب خطیب احمد کو شکریہ کے کلمات کا اظہار کرنے کی دعوت دی۔

❀❀❀

مستقبل کا راستہ...

کراچی میں مستقبل کی منصوبہ بندی کے تناظر میں شہری سی بی ای نے چند برمحل سوالات اٹھائے ہیں اور قارئین کو تبصرہ اور تجاویز پیش کرنے کے لئے بحث میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔

1- کراچی کے موجودہ تعمیراتی ماحول میں موجود بے ہنگم حالات کے تناظر میں کیا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ شہر درحقیقت باقاعدہ منصوبہ بند ہے؟

2- کراچی شہر کو بد سے بدترین حالت کی طرف خاموشی سے جاتے ہوئے دیکھنے پر پیشہ ور افراد (بشمول آرکیٹیکٹ انجینئر، قانون دان اور بلڈرز وغیرہ) کیوں ذمہ دار ہیں۔

3- کراچی کے لئے ایک موزوں ماسٹر پلان کے قیام کی کامیاب کوششیں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے میں کیوں ناکام رہیں؟

4- گزشتہ بیس سالوں کے دوران منصوبہ بندی کے لئے متعدد ایڈہاک فیصلے کئے گئے جن میں سے زیادہ تر مروجہ قانون کے خلاف تھے ان میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

- کچھ سڑکوں کو تجارتی قرار دینے کا اعلان۔
- زمین کی مقرر کردہ حالت کے برخلاف اضافی منزلوں کی تعمیر کی اجازت۔
- تیکنیکی جواز یا عوامی اعتراض کے طریقہ کار کے بغیر زمینی استعمال کی تبدیلی (مثلاً رہائشی سے تجارتی میں تبدیلی)۔
- لیز شرائط کو مسترد کرنے کی وجہ سے پلاٹ تناسب میں اضافہ ہورہا ہے جس کے باعث ہوا اور روشنی کے گزرنے اور ہنگامی ضرورت کے لئے درکار لازمی کھلی جگہ کا رقبہ کم ہورہا ہے۔

5- زیادہ تر علاقوں میں جہاں اصل ٹاؤن پلاننگ اسکیمیں باقاعدہ آبادی کی گنجائش کی ضرورت کے مطابق تیار کی گئیں، شہری ضروریات (پانی، نکاسی آب، بجلی وغیرہ) کا ڈھانچہ (کوڑا کرکٹ اٹھانا، سڑکوں کی گنجائش/ٹریفک پارکنگ کی سہولیات وغیرہ) اور شہری آسائشیں (اسکول، تھانے کھیل کے میدان، پارک وغیرہ) ناکافی اور ضرورت سے زیادہ دباؤ کا شکار ہیں۔ کیا یہ شہریوں کے پرامن زندگی گزارنے کے آئینی حق کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ کو اس معاملے میں سخت رہنما خطوط مقرر کرنے نہیں چاہئیں؟

6- سبز پٹیوں، پارکوں اور کھلی جگہوں پر تھانوں/دفاتر کا آزادانہ قیام غلط منصوبہ بندی کے نتائج کی ایک غیر معمولی مثال ہے۔ حتیٰ کہ محتسب اعلیٰ بھی اس مسئلے سے نمٹنے سے عاجز ہیں۔ زمین کا اس طرح کا غلط استعمال کیسے روکا جاسکتا ہے؟

7- حکومت کا پارکوں، کھیل کے میدانوں اور آسائشی جگہوں کی کمی کے بارے میں مناسب تعلق نہیں ہے؟ جبکہ شہری منصوبہ بندی ضوابط کھیل کے میدانوں کے پانچ فیصد اور پارکوں کے لئے پانچ فیصد جگہ مختص کرتے ہیں۔ کراچی میں مندرجہ ضرورتوں کے لئے دستیاب جگہ اس سے بہت کم ہے۔ کیا کراچی سینٹرل جیل جیسی جگہوں کو مرکزی پارک میں تبدیل نہیں کرنا چاہئے؟

8- کراچی کا شمار زلزلے کے زون میں کیا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ یہاں پر زلزلہ پروف عمارتوں کے قانون کا موثر طور پر اطلاق نہیں کیا جاتا؟ کیا ہم اس شہر میں ترکی (1990ء) یا گجرات (2001ء) جیسی بربادی دیکھنا چاہتے ہیں؟

9- بلی کے گلے میں گھنٹی۔ آپکے خیال میں اس دیوانگی میں کچھ طریقے لانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟ شہری منصوبہ بندی/ زرجہ بندی اور تعمیراتی قوانین کی موثر عملدرآمد کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ شہر کے لئے مناسب شہری تجدیدی منصوبے اور پروگرام بنانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟

10- کیا سامنے راستہ ہے؟ متاثرہ و متعلقہ باشندے کس طرح مافیا اور مفاد پرست گروہوں (سیاسی، فوجی اور نوکر شاہی) سے نبرد آزما ہوں جو اس شہر کو تباہ کررہے ہیں؟

قانون کی بالادستی کو یقینی بنانا

اس حصے میں ہم اپنے کچھ جاری قانونی عمل اجاگر کرتے ہیں او ر عوامی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے مؤثر شہری شراکت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں

شہری ایڈوکیسی

شہری رپورٹ

شہری سی بی ای قانون کی بالادستی اور عوامی مفادات کے تحفظ کی سمت شہریوں اور شہر کے ایک مرکزی سرکاری ادارے کے درمیان مثبت اور معنی خیز طریقہ باہمی عمل کے ایک مقدمے کو اجاگر کرتا ہے۔

شہری سی بی ای کو سرکاری اہلکاروں کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے انصاف کرنے پر متحرک کرنے کی کوششوں میں اسے شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہیں اسے کامیابیاں بھی حاصل ہوئی ہیں۔ حال ہی میں شہری سی بی ای نے کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر بریگیڈیئر طارق سدوزئی سے شکایت کی تھی کہ بینک الحبیب علامہ اقبال روڈ کراچی برانچ نے ایک غیر قانونی کنکشن لگایا ہوا ہے جسے فوری طور پر ہٹایا جائے۔ علاقے کے باشندے پہلے ہی عمارت کے مالک کے خلاف درجہ بندی کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر سندھ ہائیکورٹ سے اسٹے آرڈر حاصل کر چکے ہیں (ہائیکورٹ اپیل نمبر 264/2002) کے ای ایس سی کی انتظامیہ نے شہری سی بی ای کی شکایت پر فوری عمل کیا اور 26 اکتوبر 2002ء کو غیر قانونی کنکشن منقطع کر دیا گیا۔ بعدازاں کے ای ایس سی کو یہ بھی معلوم ہوا کہ عمارت کے مالکان میٹر نمبر AL-23687 سے ایک فاضل کنکشن کو بھی استعمال کر رہے تھے۔ یہ میٹر ان دو مستقل میٹروں میں سے تھا جو بنگلہ پر رہائشی استعمال کے لئے نصب کئے گئے تھے جس پر کثیر منزلہ تجارتی عمارت تعمیر کی جا چکی ہے۔ اس میٹر کو بھی 14 نومبر 2002 کو منقطع کر دیا گیا۔ شہری سی بی ای بلاک-2 پی ای سی ایچ ایس کے باشندوں کی طرف سے کے ای ایس سی اور اس کی موجودہ اعلیٰ انتظامیہ خصوصاً بریگیڈیئر طارق سدوزئی، مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی، جناب عمر خشک چیف انجینئر ڈسٹری بیوشن کے ای ایس سی اور جناب علی رضا ایگزیکٹو انجینئر پی ای سی ایچ ایس کی کارکردگی اور شفافیت کو سراہتا ہے اور اسے اجاگر کرنا پسند کرتا ہے۔ اس بات پر زور دینا بہت ضروری ہے کہ ہر شعبے میں اچھے لوگ بھی ہیں جو اپنا کام لگن اور دیانتداری سے انجام دے رہے ہیں۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس کو سراہا جانا اور حمایت کرنا ضروری ہے۔

November 22, 2002

- Honorable Governor of Sindh
- Chief Secretary of Sindh
- I.G. Police Sindh
- Chief Controller of Building, KBCA
- Nazim, City District Government Karachi
- DCO, City District Government Karachi
- Nazim, Jamshed Town
- CPLC-Central Reporting Cell

Re: Illegal use of heavy duty Generators by Bank Al-Habib
Plot No. 86/S/2, Allama Iqbal Road, P.E.C.H.S. Karachi

Dear Sirs,

We the undersigned residents strongly object to the illegal use of two heavy duty generators placed in the basement and in the arcade by Bank Al-Habib in Plot No. 86/S/2, PECHS. Both these generators are used throughout the day and night. This makes it impossible for us to sleep or work due to the noise and smoke which has become a source of nuisance for the residents. It is for this reason that we the residents are/were vehemently opposed to the commercialization of this residential plot and urge the authorities to take immediate steps and put a stop to this destruction of our environment.

Sincerely,

Residents of Block-2 P.E.C.H.S.

#	Name	Address	Signature
1	[illegible]	[illegible]	[illegible]
2	[illegible]	[illegible]	[illegible]
3	[illegible]	[illegible]	[illegible]
4	[illegible]	505 [illegible]	[illegible]
5	[illegible]	514 [illegible]	[illegible]
6	[illegible]	410 [illegible]	[illegible]
7	[illegible]	404	[illegible]

❂❂❂

کے ٹی سی کے پلاٹوں کا تحفظ

1997ء میں آپ نے کراچی ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے زیر استعمال گیارہ پلاٹوں کو بچانے کی 'شہری' کی مہم میں شرکت کی تھی۔ حکومت سندھ ان پلاٹوں کو غیر قانونی طور پر تجارتی بنارہی تھی۔ سندھ ہائیکورٹ میں دائر ایک مقدمہ سی پی 972/97 میں آپ مدعی تھے۔ جہاں ہم نے اس غیر قانونی تبدیلی اور فروخت کے خلاف حکم امتناعی حاصل کرلیا۔ شہری حکومت نے ان پلاٹوں کو بین الشہر اور بین الصوبائی بسوں کے اڈے کے طور پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ شہر کراچی آپ کو ہدیہ تہنیت پیش کرتا ہے۔

New terminals for inter-city buses planned

KARACHI: The transport and communication department of city government has prepared a plan whereby terminals will be constructed for inter-city buses going from the metropolis to various other cities of Sindh province.

In the first phase, these terminals will be constructed in the depots of defunct KTC with the cooperation of Sindh govt, private companies and syndicates while in the second phase these will be constructed on highways.

This was stated by EDO Transport, Dr Tahir Soomro at an inter-city terminal review meeting on Thursday.

Initially terminals will be built at KTC Malir, Model Colony, Manghopir Road, Orangi Depots, Khayaban-e-Chishti, North Nazimabad and Gulistan-e-Jauhar. Later, terminals will be constructed at Super Highway, National and RCD highways.

Chairman Transport Committee, Hafiz Ali said a delegation of Sindh-Balauchistan Bus Owners Association had met him and assured that transporters of Balauchistan were prepared to shift to Manghopir Depot while transporters of NWFP had also shown willingness to shift to Orangi Depot. City Nazim would soon convene meeting for this, he said.

Ali observed that the new terminals would reduce traffic load on roads and streets of the city. -APP

شہر کراچی کے عزیز دوستو

جناب اردشیر کاؤس جی۔ آرکیٹیکٹ عارف حسن۔ آرکیٹیکٹ سلیم تھاریانی۔ جناب ناظم حاجی۔ محترمہ وکٹوریہ ڈی سوزا۔ انجینئر علیم خان۔ آرکیٹیکٹ حبیب فدا علی۔ آرکیٹیکٹ ارشد عبداللہ۔ آرکیٹیکٹ حسین لوٹیا۔ انجینئر عدنان اسد۔ آرکیٹیکٹ محبوب اسد خان۔ پروفیسر محمد نعمان۔ ڈاکٹر مروین حسین۔ جناب محمد عمر لاسی۔ جناب حمید میکر۔ محترمہ سارا صدیقی۔ جناب عبدالرؤف عیسیٰ۔ ڈاکٹر زعیمہ علوی احمد۔ جناب اعجاز احمد چھلپوٹو۔ جناب عبدالحق۔ جناب حیدر خان۔ جناب زاہد فاروق۔ جناب محمد رفیق۔ جناب محمد قیوم خان۔ جناب محمد مصطفیٰ۔ جناب عبدالقیوم۔ جناب سید اطہر عباس رضوی۔

ہم آپ کے ممنون ہیں۔

عمل کب ہوگا......

پی ای سی ایچ ایس کراچی کے پلاٹ نمبر 50-A/6 پر نرسری شاپنگ مال کے لئے کے بی سی اے کی غیر قانونی منظوری

ہم نے ذمہ دار حکام سے کے بی سی اے کے متعلقہ عملے کے خلاف محکمہ جاتی اور تادیبی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا ہے جنہوں نے:

- ایک تجارتی پلاٹ نمبر 50-A/6، رقبہ 600 مربع گز کو بغیر کسی تیکنیکی جواز یا پبلک نوٹس طریقہ کار کے ابتدا تجارتی میں تبدیل کردیا۔
- ایک تجارتی پلاٹ نمبر 50-A/6، رقبہ 600 مربع گز اور ایک رہائشی پلاٹ نمبر 50-B/6، رقبہ 600 مربع گز کو مدغم کرکے ایک نام نہاد 1200 گز کا پلاٹ 50-A/6 تشکیل دیا۔
- دو پلاٹوں کو 957 مربع گز کی حد سے تجاوز کرکے ایک پلاٹ کی صورت میں ادغام کیا۔
- تیکنیکی جواز یا پبلک نوٹس طریقہ کار کے بغیر ادغام کے نتیجہ میں بننے والے دو غلے پلاٹ کو تجارتی میں تبدیل کیا۔

ہم کے بی سی اے ٹی پی اور زون کے حکام کے خلاف اسی طرح کی کارروائی کرنے کی درخواست کرتے ہیں جنہوں نے بیشتر خلاف ورزیوں کے باوجود عمارتی نقشوں کی منظوری دی۔ ان خلاف ورزیوں میں مندرجہ ذیل شامل ہیں۔

- غیر تصحیح شدہ/زیر تخمینہ تعمیراتی رقبہ (بشمول غلط کوٹیاں)۔
- 1:4 پلاٹ تناسب کی منظوری جبکہ ضوابط 1979ء (اور ضوابط 2002ء) میں صرف 1:3 تناسب کی اجازت دی گئی ہے۔
- ناقابل عمل بیسمنٹ پارکنگ نقشہ۔
- 200 فٹ کھلی سڑک پر 21x16x12 رقبہ کے ای ایس سی سب اسٹیشن کی عدم فراہمی۔
- جمع کرائے گئے کلی طور پر غلط نقشہ جات۔
- پبلک اسٹریٹ کی جانب بالکونیوں کی تعمیر۔
- متعلقہ محکمہ کی اجازت یا مقررہ فیس کی ادائیگی کے بغیر۔
- 7 میٹر کی لمبائی سے متجاوز تعمیر۔
- 120 سینٹی میٹر کی چوڑائی سے متجاوز تعمیر۔

مندرجہ بالا غیر قانونی تعمیر کرنے اور سرمایہ کاری کرنے پر بلڈرز کے خلاف بھی تادیبی کارروائی ضرور کی جائے۔

پہاڑی علاقوں میں سرگرم عمل غیرسرکاری تنظیموں کی کوششوں سے چترال میں خوش آئند تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان میں آغاخان فاؤنڈیشن سرفہرست ہے

کرسٹوفر ندیم

چترالی باشندوں کی زندگی تغیر پذیر نظر آنے لگی ہے

چترال میں سب سے زیادہ سرگرم اور فعال این جی او آغا خان فاؤنڈیشن ہے جو علاقے میں 160 اسکول چلا رہی ہے

فیچر

مشہور ہندوکش پہاڑی سلسلے میں چترال ندی کے کنارے کے ساتھ ایک چھوٹا سا گاؤں موگھ واقع ہے۔ اخروٹ اور شہتوت کے گھنے درختوں میں چھپے گارے اور پتھر سے بنے ہوئے 70 گھروں میں 750 لوگ آباد ہیں۔ بہرحال یہ دور دراز اور پہاڑوں پر آباد تنہا کمیونٹی کی تصویر نہیں ہے جو جدید دنیا کے دہانے پر آباد ہے۔ ہوسکتا ہے کہ موگھ گاؤں باہر کی اکثر دنیا سے چھپا ہوا ہو، لیکن پاکستان کے چترال ضلع کی باقی برادریوں کے ساتھ موگھ کی آبادی نئے روڈ، مواصلاتی سہولیات، تعلیم اور دوسرے ترقیاتی منصوبوں کے ذریعے زیادہ معاشرتی، معاشی اور ثقافتی تبدیلیاں محسوس کر رہی ہے۔ یہ تبدیلیاں پہاڑوں میں آباد لوگوں کی مخصوص قدیم روایات اور جدید تقاضوں کے درمیان ایک تضاد کا بیج بونے میں مددگار ثابت ہوں گی۔ اس حوالے سے عورتوں کی زندگی میں ایک پریشانی واضح طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔

قدیم روایات اور جدیدیت میں یہ تضاد موگھ آنے والے لوگ واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ 80 سالہ فجور، موگھ کی سب سے بڑی عمر کی خاتون ہے۔ وہ اپنے گھر کے برآمدے میں فارغ بیٹھی رہتی ہے، جبکہ ان کی 45 سالہ بہو سعیدہ انیسہ اپنے خاندانی اون کاتنے والے چرخے پر اون کات رہی ہے۔ گاؤں کے دوسرے بزرگ لوگوں کی مانند فجور بھی کہتی ہے کہ ان کی زندگی کے ناقابل تنسیخ پہلو بھی تبدیل ہو گئے ہیں۔

''میں نے اپنا بچپن اور جوانی کا زیادہ عرصہ کھیتوں میں کام کرتے اور مویشیوں کے پیچھے چلتے ہوئے گزارا ہے۔ میں دوسری عورتوں کے ساتھ جنگلات میں لکڑی کاٹنے جاتی تھی۔'' اپنا ماضی یاد کرتے ہوئے فجور کہتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لئے روایتی اون کا کپڑا ''شو'' بناتی تھی، لیکن اب ضروری نہیں ہے کہ موگھ کی جوان عورتیں مویشیوں کے پیچھے جانا پسند کرتی ہوں۔ ایک زمانے میں یہ گھر کی بڑی عورتوں اور لڑکیوں کے لئے بڑی ذمہ داری کا کام ہوا کرتا تھا، لیکن آج کے دور میں ایسی کم خواتین ہوں گی جو مویشیوں کو چرانے جاتی ہوں گی۔ لڑکیوں سمیت بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور عورتیں ملازمت کرنے لگی ہیں۔

چند سالوں کے دوران پہاڑی علاقوں میں کام کرنے والی غیرسرکاری تنظیموں کی کوششوں سے چترال میں تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ ان غیرسرکاری تنظیموں میں سب سے زیادہ سرگرم اور فعال بین الاقوامی این جی او آغاخان فاؤنڈیشن ہے جو علاقے میں 160 اسکول چلا رہی ہے۔ جن میں سے 151 اسکول لڑکیوں کے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ 700 سرکاری پرائمری اسکول ہیں۔ جبکہ 50 سے زائد لڑکوں کے لئے اور پانچ لڑکیوں کے لئے ہائی اسکول ہیں اور تین کالج موجود ہیں جن میں سے ایک خواتین کے لئے ہے۔ حکومت کی طرف سے 16 کمیونٹی اسکول اور 40 پرائیویٹ اسکول موجود ہیں۔

موگھ کی دو بچوں کی ماں صابرہ بی بی نہیں چاہتی کہ وہ بکریوں کے پیچھے دوڑے۔ وہ مسکراتے ہوئے کہتی ہیں کہ ''میں اس کے بجائے اسکول میں کرسی پر بیٹھ کر بچوں کو پڑھاؤں گی۔ جہاں تک جلانے کی لکڑیوں کا تعلق ہے تو وہ گاؤں کی دکان سے خرید لیں گے۔'' یہ مختلف پہلوؤں کا پیچیدہ جال لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلیاں لا رہا ہے اور ان کی خواہشات کو بڑھا رہا ہے۔ ایک تو چترال ضلع میں تعلیم کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے گزشتہ 1998ء میں ہونے والی مردم شماری کے مطابق چترال ضلع

چترال میں عورتوں کی تعلیمی شرح صرف 30 فیصد ہے، لیکن اب اس تعداد میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے

میں تعلیم کی شرح 48 فیصد تھی۔ عورتوں کی تعلیمی شرح صرف 23 فیصد تھی جو لڑکوں کے مقابلے میں کم ہے۔ کیونکہ لڑکوں میں تعلیمی شرح 54 فیصد ہے، لیکن اب یہ تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی توقعات بھی بڑھ رہی ہیں اور وہ زندگی میں پہلی بار روزگار کے مواقع تلاش کر رہی ہیں۔ تیزی سے مزید راستوں کی تعمیر اور سیٹلائٹ ٹیلی ویژن آنے کے بعد اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چترال کی پہاڑی کمیونٹیز اب بھی دور دراز علاقوں میں رہتی ہیں جیسا کہ وہ آج سے 20 سال پہلے تھیں۔ چترال میں باہر کی دنیا کا انکشاف اور سہولتیں ایک نئی حقیقت ہے کہ گاؤں میں بجلی آتے ہی ٹیلی ویژن بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ دور دراز وادی میں جہاں پاکستان ٹیلی ویژن کے سگنل کمزور ہیں وہاں لوگ سیٹلائٹ ریسیور کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ موگھ کو روزانہ تین گھنٹے بجلی ملتی ہے جبکہ اس چھوٹے سے گاؤں میں تین سیٹلائٹ ڈشز موجود ہیں۔

ایک اور پہلو مردوں کی موسمی ہجرت ہے جو ہوسکتا ہے کہ عورتوں کے تجربات کو جدت بخشتی ہوں۔ دنیا کے دوسرے پہاڑی علاقوں کی طرح چترال میں بھی کاشت کے لئے زمین کی کمی کی وجہ سے مرد بڑی تعداد میں ہجرت کرتے ہیں، گوکہ ہجرت کے حوالے سے کوئی حتمی اعداد و شمار نہیں ہے پھر بھی مقامی ترقیاتی ماہر سمجھتے ہیں کہ اس ضلع کے کچھ علاقوں سے 40 فیصد مرد سردی کے موسم میں روزگار کی تلاش میں اپنے گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ پاکستان کے دوسرے میدانی علاقوں کی طرف اور کچھ روزگار کی خاطر شرق وسطی کے ممالک کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ماضی میں بھی ماہروں نے مردوں کی ہجرت کے رجحان کو محسوس کیا تھا جو کہیں بھی روزگار حاصل نہیں کرسکتے تھے، لیکن حالیہ شواہد بتاتے ہیں کہ موسمی ہجرت ایک مضبوط رجحان ہے۔

دنیا بھر کے دیگر پہاڑی علاقوں کی طرح چترال میں کاشتکاری کے لئے زمین کی کمی کی وجہ سے مرد بڑی تعداد میں ہجرت کرتے ہیں، گوکہ ہجرت کے حوالے سے کوئی حتمی اعدادوشمار نہیں ہے پھر بھی مقامی، ترقیاتی ماہرین کا خیال ہے کہ اس ضلع کے کچھ علاقوں سے چالیس فیصد مرد سردی کے موسم میں روزگار کی تلاش میں اپنے گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں

چترال ضلع کی وسیع اراضی میں آباد گاؤں کے ہر تیسرے خاندان کا ایک فرد گھر سے دور کام کرتا ہے۔ بہرحال یہ واضح نہیں ہے کہ کون سا امر عورتوں کی زندگیوں میں تبدیلی کا ذمہ دار ہے۔ اکثر عورتوں کا کہنا ہے کہ مردوں کی غیر موجودگی میں عورتیں ہی ہیں جن کو گھر چلانے کے سلسلے میں سارے فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ اس طرح کچھ مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ موسمی ہجرت عورتوں پر زیادہ بوجھ ڈال دیتی ہے۔ لیکن جب پیسے کا معاملہ اٹکتا ہے تو ایسے فیصلے مردوں کے لئے ہی چھوڑے جاتے ہیں۔

دروش شہر کے ایک سرگرم کارکن سرتاج قادر کا کہنا ہے کہ ''اس حقیقت کے باوجود کہ عورتیں بھی مرد کی طرح خاندان کو چلانے کے لئے اپنی کمائی کا حصہ دیتی ہیں، پیسے کے متعلق ہر فیصلے کا اختیار صرف مردوں کو حاصل ہے۔ ایسے خاندانوں میں جہاں عورتیں اس روایت کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں وہاں یہ تضاد مزید بڑھتا ہے۔ حال ہی میں صرف چند مہینے پہلے جب ایک اسکول کی طالبہ روبینہ بی بی کے والدین نے بیٹی کو اپنی پسند کے لڑکے سے شادی کرنے سے روکا تو اس نے والدین کی خواہش پوری کرنے کے بجائے ندی میں کود کر خودکشی کرنے کو ترجیح دی۔'' ضلع کے ایک سینئر پولیس افسر فضل الٰہی کا کہنا ہے کہ ''چترال میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ بہرحال یہ ایک نئی صورتحال ہے کہ خودکشی کرنے والوں کی اکثریت نوجوانوں کی ہے۔''

آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کی جنس اور ترقیات کی ماہر شکیلہ بی بی نے بتایا کہ اکثر تعلیم یافتہ نوجوان عورتوں نے اپنے والدین کی طرف سے تھوپے جانے والے رشتوں کے خلاف مزاحمت شروع کردی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ تضاد مستقبل میں مزید بڑھ جائے گا، کیونکہ زیادہ تر عورتیں تعلیم کی طرف راغب ہو رہی ہیں۔ 140 عورتیں پہلے ہی مقامی حکومت کے اداروں کے انتخابات میں منتخب ہوچکی ہیں۔ اس تنظیم کے ایک ڈیولپمنٹ اکانومسٹ شہزاد علی حیدر کا کہنا ہے کہ بالآخر یہ تضاد مزید بڑھنا ہے، کیونکہ خاندانوں میں عورتوں کی قیادت کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور گھر کے تمام معاملات میں فیصلے کا اختیار اب ان کے پاس آرہا ہے۔ نوکری حاصل کرنے کے مواقع کا انحصار صرف تعلیم پر نہیں۔ اکثر عورتوں نے حال ہی میں شروع ہونے والے ترقیاتی، صحت اور تعلیمی شعبوں میں کام کرنا شروع کردیا ہے۔ خواتین کی ایک بڑی تعداد روایتی ہنروں سے آمدنی حاصل کررہی ہے۔

ترقیات میں تحقیق کرنے والے ایک مقامی ماہر احسان الحق نے ''ایمپاورمنٹ اور ری پروڈکٹو رائٹس'' کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ چترال کے لوگوں میں بڑھتے ہوئے شعور اور تعلیم کی وجہ سے وہ خاندانی منصوبہ بندی کے حوالے سے باخبر ہیں۔ کچھ مقامی لوگوں نے ایک اور رجحان کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ صوبہ سرحد، جس کا چترال ایک حصہ ہے، میں جہادی گروپس حاوی ہوگئے ہیں۔ یہ گروپ علاقے میں کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں اور عورتوں کی نوکریوں کے خلاف ہیں۔ گزشتہ سال قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں جہادی تنظیموں کے اتحاد نے صوبہ سرحد میں اکثریتی نشستیں جیت لی تھیں۔ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اکرم درانی کے حوالے سے امریکہ کے معروف اخبار نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ وزارت اعلیٰ کا حلف لینے کے چند ہی ہفتوں بعد انہوں نے کہا کہ ''اسلامی نظام لانا ہماری اولین ترجیح ہے اور ہم اسلامی نظام کے مطابق ہی قوانین بنائیں گے''۔

(آئی پی سی/ پانوس سنڈیکیٹ)

کثیرالمنزلہ عمارتوں کی اجازت دینے کے ضمن میں بڑے پیمانے پر بدعنوانیاں کی گئیں، مرکزی کلفٹن روڈ پر گلاس ٹاورز اس کی ایک زندہ مثال ہے

گلاس ٹاورز...سیمرغ پھر زندہ ہو رہا ہے

گلاس ٹاورز پروجیکٹ نے قانون کی حکمرانی کا مذاق اڑانا اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔ اس خصوصی رپورٹ میں شہری سی بی ای نے قانون کے تقدس کی حفاظت کے ضمن میں شہریوں کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں۔

شہری منظرنامہ

شہری رپورٹ

کلفٹن روڈ کے سامنے 6344 مربع گز کے ایک پلاٹ 2/ایف ٹی۔3 فریئر ٹاؤن کوارٹرز پر تجارتی پروجیکٹ گلاس ٹاورز کی تعمیر جاری ہے۔ مذکورہ پلاٹ کو غیرقانونی طور پر تجارتی حیثیت میں تبدیل کیا گیا ہے اور بعدازاں کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی اور حکومت سندھ نے کثیرالمنزلہ تجارتی عمارت کی تعمیر کی منظوری دی تھی جس میں پارکنگ کے لئے بیسمنٹ میں 170,580 مربع فٹ پر مشتمل تعمیری رقبہ بھی منظور کیا گیا تھا۔ 25 جنوری 1996ء کو بلڈرنے کے بی سی اے کی ملی بھگت سے اپنی جاری غیرقانونی تعمیر کو تحفظ دینے کے لئے ایک عارضی حکمنامہ حاصل کرنے کے واحد غیرقانونی مقصد کے تحت سندھ ہائیکورٹ میں ایک بیہودہ اور تکلیف دہ مقدمہ 55/96 دائر کیا۔ 28 جنوری 1996ء کو سندھ ہائیکورٹ نے حکم جاری کیا کہ مدعی کے خلاف کوئی مخالفانہ کارروائی نہیں کی جائے۔ مذکورہ حکم تین سال سے زائد عرصے تک برقرار رہا جس کی وجہ سے بلڈرز نے اپنی غیرقانونی تعمیر جاری رکھی۔ 5 اگست 1996ء کو کراچی کے گیارہ شہریوں نے غیرقانونی تعمیر کے خلاف آئینی درخواست ڈی۔96/1280 دائر کی۔

7 جنوری 1996ء گورنر سندھ نے صوبائی اسمبلی تحلیل کردی جس کا بڑا سبب یہ بتایا گیا کہ حکومت کے مختلف اداروں میں بدعنوانی جڑ پکڑ چکی تھی۔ اسمبلی کی تحلیل کے حکمنامے میں بتایا گیا۔ ''کثیرالمنزلہ عمارتوں کی اجازت دینے کے ضمن میں بھی بڑے پیمانے پر بدعنوانیاں کی گئی ہیں۔ مرکزی کلفٹن روڈ پر گلاس ٹاورز اس کی زندہ مثال ہے جو شہری منصوبہ بندی کے اصولوں کے خلاف تھا اور ٹریفک میں رکاوٹ کا سبب بن چکا تھا۔ ادارہ ترقیات کراچی (کے ڈی اے) بدعنوانی اور نااہلی کی آماجگاہ تھا۔ شہر میں ہونے والی زیادہ تر ناجائز تعمیرات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے جس کی وجہ سے شہر کے بنیادی ڈھانچے کو شدید نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے''۔

6 فروری 1998ء کو شہریوں کی درخواست کی سماعت کرنے والی ڈویژن بینچ نے درج ذیل فیصلہ دیا۔

''ہم لہٰذا حکم دیتے ہیں کلفٹن روڈ کے ساتھ اور سامنے متذکرہ گلاس ٹاورز کے ڈھانچے کا تعمیر کردہ ایسا حصہ عمارت کے سامنے سڑک کے مستقبل کے مجوزہ اضافے 150 فٹ چوڑائی کی راہ میں رکاوٹ ہوسکتا ہے، اسے گرادیا جائے''۔

ڈویژن بینچ نے اضافی غیرقانونی تعمیر

قوانین

وجہ بندی / شہری منصوبہ بندی اور تعمیراتی قوانین جن کا شہر کراچی میں اطلاق کیا جاتا ہے مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ کے ڈی اے آرڈر 1957ء (اس مضمون میں اسے آرڈر 1957 تحریر کیا گیا ہے)

ب۔ سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس 1979ء (اس مضمون میں اسے آرڈیننس 1979 تحریر کیا گیا ہے)

ج۔ کراچی بلڈنگ اینڈ ٹاؤن پلاننگ ریگولیشنز 1979ء (یہاں انہیں ریگولیشنز 1979 لکھا گیا ہے)

د۔ سندھ ٹاؤن پلاننگ ایکٹ 1915ء (اسے اس مضمون میں ایکٹ 1915ء درج کیا گیا ہے)

ہ۔ مختلف پٹے پر دینے والوں کی پٹے پر دیئے اراضی توثیق کی شرائط و دیگر شرائط کے ہمراہ ایک مخصوص رقبے کے پلاٹ پر منازل کی مخصوص تعداد اور مخصوص اراضی کی محل کی جگہوں کی صراحت کرتی ہیں۔ ریگولیشنز 1979ء کے تحت پٹے پر دینے کی یہ شرائط بھی قابل اطلاق ہوتی ہیں۔